Al-Mīthāq *(Research Journal of Islamic Theology)*
ISSN: 2791-0989 (P), 2791-0997 (E)
Volume 04, **Issue** 02, April - June 2025, **PP**: 17-30
Open Access at: https://almithaqjournal.org/

Article QR

مشتبہ مال سے تحصیلِ زکاۃ میں پاکستان کا سرکاری نظم: قانونی وشرعی تجزیہ

Collecting Zakāt from Doubtful Wealth According to System of Government of Pakistan: A Legal and Sharīʿah Analysis

1. **Hafiz Habib Ur Rehman**
hafizhafizhafiz624@gmail.com
PhD Scholar,
Institute of Islamic Studies,
University of the Punjab, Lahore.

2. **Dr. Muhammad Afzal**
afzal.is@pu.edu.pk
Assistant Professor,
Institute of Islamic Studies,
University of the Punjab, Lahore.

How to Cite: Hafiz Habib ur Rehman and Dr. Muhammad Afzal. 2025: "Collecting Zakāt from Doubtful Wealth According to System of Government of Pakistan: A Legal and Sharīʿah Analysis". Al-*Mīthāq (Research Journal of Islamic Theology)* 4 (02): 17-30.

Article History:

Received:	**Accepted**:	**Published**:
07-05-2025	15-06-2025	27-06-2025

Copyright: **©The Authors**

Licensing: This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

Conflict of Interest: Author(s) declared no conflict of interest.

Abstract & Indexing

Publisher

HIRA INSTITUTE
of Social Sciences Research & Development

مشتبہ مال سے تحصیلِ زکاۃ میں پاکستان کا سرکاری نظم: قانونی و شرعی تجزیہ

Collecting Zakāt from Doubtful Wealth According to System of Government of Pakistan: A Legal and Sharīʿah Analysis

1. **Hafiz Habib Ur Rehman**
PhD Scholar, Institute of Islamic Studies, University of the Punjab, Lahore.
hafizhafizhafiz624@gmail.com

2. **Dr. Muhammaf Afzal**
Assistant Professor, Institute of Islamic Studies, University of the Punjab, Lahore.
afzal.is@pu.edu.pk

Abstract

Zakāt, the third pillar of Islam, is a vital financial obligation aimed at social justice, wealth redistribution, and spiritual purification. While Islam places strong emphasis on the purity of wealth, the current mechanisms of zakāt collection, particularly in Pakistan, often lack scrutiny over the source of wealth being taxed. This study critically examines the jurisprudential and legal implications of deducting zakāt from bank accounts without differentiating between ḥalāl (lawful) and ḥarām (unlawful) earnings. It highlights the doctrinal foundations of zakāt, its historical enforcement, and the principles set by classical Islamic jurists regarding the legitimacy of wealth. The research points out that modern zakāt laws and state-run collection systems do not have established mechanisms to verify whether the wealth is earned through permissible means. The paper presents a comparative study of the opinions of jurists on whether zakāt is even obligatory on ḥarām income, many of whom argue it is not, since such wealth is illegitimate and must be disposed of differently. Furthermore, the study discusses the implementation of zakāt deduction policies in Pakistan since 1980, analyzing legal documents and administrative practices in light of Islamic jurisprudence. This research proposes reforms for incorporating ethical checks and religious principles in modern zakāt systems. It concludes by asserting that failing to distinguish between lawful and unlawful wealth in zakāt practices not only undermines the spiritual objectives of zakāt but also raises significant ethical and theological concerns.

Keywords: *Zakāt, Islamic Law, Unlawful Wealth, Pakistan, Jurisprudential Analysis.*

موضوع کا تعارف

ارکان اسلام میں تیسرا رکن زکوٰۃ ہے۔ یہ مالی عبادات میں سے اہم ترین عبادت ہے۔ قرآن مجید میں متعدد بار زکوٰۃ کا حکم دیا گیا ہے، بلکہ بیشتر مقامات پر نماز کے ساتھ زکوٰۃ کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔ زکوٰۃ صرف امت محمدیہ پر فرض نہیں کی گئی بلکہ سابقہ امتوں پر بھی فرض تھی۔ اللہ تعالیٰ نے لوط، اسحاق اور یعقوب علیہم الصلوٰۃ والسلام کو زکوٰۃ کی وصیت کی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَجَعَلْنَاهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا وَ أَوْحَيْنَا إِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ وَإِقَامَ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءَ الزَّكَاةِ وَكَانُوا لَنَا عَابِدِينَ۔[1]

اور ہم نے انہیں امام بنایا، وہ ہمارے حکم سے سیدھے راستے کی رہنمائی کرتے تھے اور ہم نے ان کی طرف اچھے کام کرنے، نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے کی وحی کی اور وہ صرف اور صرف ہماری عبادت کرنے والے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کو بہت عظیم حکمتوں اور مصلحتوں کے پیشِ نظر فرض فرمایا ہے۔ ان مصالح میں فقیروں اور مسکینوں کی حاجات کو پورا کرنا، امیروں اور غریبوں کے درمیان مودّت واخوت کو فروغ دینا، کیونکہ اگر نچلے طبقے کی ضروریات کا خیال رکھا جائے گا تو وہ بھی دیگر لوگوں کے شانہ بشانہ معاشرے کی ترقی میں اپنا کردار ادا کریں گے۔ اخوت وبھائی چارے کو فروغ ملے گا، بغض وکینے کا خاتمہ ہو گا، مال چند افراد کا مرکز ومحور ہونے کی بجائے معاشرے کے تمام افراد میں عام ہو گا، اچھے اخلاق پروان چڑھیں گے، معاشرتی جرائم کا خاتمہ ہو گا، زکوٰۃ کی ادائیگی سے مسلمانوں میں سخاوت اور فیاضی کے جذبات پیدا ہوں گے، کیونکہ جب وہ سالانہ اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کرے گا تو اس میں غریبوں اور ناداروں کا احساس پیدا ہو گا، وہ بقیہ ایام میں بھی نفلی صدقات کے ذریعے معاشرے کے کمزور طبقات کی مدد میں پیش پیش ہو گا۔ زکوٰۃ معاشرے سے بھیک مانگنے کی رسم کو ختم کرنے کے لیے بھی سب سے اہم ترین ذریعہ ہے کیونکہ جب ہر انسان کو عزت وتکریم کے ساتھ اس کے گھر میں ہی زکوٰۃ کے مال سے مدد فراہم کی جائے گی تو وہ انسانیت کے شرف کو پامال کرنے اور رزاق کو چھوڑ کر مرزوق ومحتاج کے سامنے ہاتھ پھیلانے سے باز رہے گا۔ کسی بھی بے بس اور لاچار کی عزتِ نفس مجروح نہیں ہو گی۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ زکوٰۃ کی ادائیگی سے صاحبِ ثروت آدمی بخل جیسی رذیل صفت سے پاک ہو جاتا ہے۔ دیگر اقوام اسلامی نظام اور اس کے معاشرتی اثرات کے سبب حلقہ بگوشِ اسلام ہوں گے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا[2]

تو ان کے مالوں سے صدقہ (زکوٰۃ) وصول کر، اس کے ساتھ تو انہیں پاک اور صاف کرے گا۔

زکوٰۃ اسلام کا تیسرا اہم ترین رکن ہے، اس لیے نظامِ زکوٰۃ کو باقاعدہ منظم انداز میں چلانا اسلامی ریاست کی ذمے داری ہے۔ دنیا کے بہت سے اسلامی ممالک میں زکوٰۃ وعشر کے محکمے حکومتِ وقت کی نگرانی میں چل رہے ہیں۔ پاکستان میں زکوٰۃ وعشر کا قانون صدر جنرل ضیاء الحق کے دورِ حکومت میں سنہ 1980ء میں اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات کی بنیاد پر نافذ کیا گیا۔ سنہ 1983ء میں جو گزٹ شائع کیا گیا تھا اس کے مطابق پورے ملک میں 32 ہزار زکوٰۃ کمیٹیاں قائم کی گئی تھیں۔ مرکزی زکوٰۃ کونسل کے اخراجات وفاقی حکومت اور صوبائی زکوٰۃ کونسل کے اخراجات صوبائی حکومتیں کے ذمے تھے۔ زکوٰۃ کے مستحق افراد کے ناموں کی فہرست مؤکل کونسل تیار کرتی تھی جبکہ زکوٰۃ کونسل کے ارکان پر مجموعی زکوٰۃ کا دو سے دس فیصد تک اخراجات کی مد میں خرچ کیا جاتا تھا۔ یہ نظام زکوٰۃ تقریباً 30 سال تک ملک میں نافذ رہا اور پھر سنہ 2010ء میں 18 ویں آئینی ترمیم کے بعد اس معاملہ میں اختیار صوبوں کو سونپ دیا گیا۔

آبادی کے لحاظ سے سب سے بڑے صوبے میں پنجاب زکوٰۃ وعشر ایکٹ 2018ء کے تحت زکوٰۃ وعشر سے متعلق پالیسی بنانے کا اختیار پنجاب زکوٰۃ وعشر کونسل کو حاصل ہے۔ ہر ضلع میں زکوٰۃ کے معاملات کی نگرانی کے لئے ضلعی زکوٰۃ کمیٹی قائم کی گئی ہے۔ دیہاتوں، محلوں میں مقامی زکوٰۃ کمیٹیاں ذمے داری ادا کرتی ہیں جن کی تعداد 24400 ہے۔ یہ کمیٹیاں مقامی سطح پر مستحق افراد کی نشاندہی کرنے میں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ ضلعی اور مقامی زکوٰۃ کمیٹیوں کے چیئرمین اور ارکان بلا معاوضہ اپنی خدمات فراہم کرتے ہیں۔ ان کمیٹیوں میں خواتین کا تناسب بڑھا کر 33 فیصد کر دیا گیا ہے۔[3] اس وقت صوبے میں مقامی زکوٰۃ وعشر کمیٹیاں قائم نہیں ہیں۔ لہٰذا پنجاب زکوٰۃ وعشر ایکٹ 2018ء کے سیکشن 15(10) کے مطابق گریڈ سولہ (16) یا اس سے اوپر کے افسران کو ایڈمنسٹریٹر مقامی زکوٰۃ وعشر کمیٹیوں کے طور پر مقرر کیا گیا ہے۔

جنرل ضیاء الحق کے دورِ حکومت سے سرکاری طور پر زکوٰۃ کی کٹوتی ماہِ رمضان المبارک کی پہلی تاریخ کو تمام سیونگ اکاؤنٹس سے کی جاتی ہے۔ یہ رقم بیت المال ودیگر سرکاری اداروں کے ذریعے مدارس، فلاحی اداروں، صحت کے شعبے میں مستحق افراد اور خاندانوں کو

ماہانہ وظیفے کے طور پر دی جاتی ہے۔ صوبہ پنجاب کے محکمہ زکوٰۃ و عشر کی ویب سائٹ پر زکوٰۃ کی کٹوتی کا طریقہ تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ زکوٰۃ کی کٹوتی میں بنیادی طور پر زکوٰۃ و عشر آرڈیننس میں مذکور قواعد و ضوابط کو نافذ کیا گیا ہے۔

زکوٰۃ و عشر آرڈیننس میں زکوٰۃ وصول کرنے کا طریقہ کار اور جن اموال سے زکوٰۃ وصول کی جائے گی ان کی تفصیلات تو موجود ہیں، لیکن وہ مال جس سے زکوٰۃ وصول کی جاتی ہے، اس کا جائزہ لینے کا کوئی طریقہ کار وضع نہیں کیا گیا۔ وہ مال کہاں سے حاصل کیا گیا ہے؟ اس کے ذرائع شرعی نقطہ نظر سے حلال ہیں یا حرام؟ اس مال کے مالک کا ذریعہ آمدن کیا ہے؟ کہیں وہ مال چوری کیا ہوا یا غصب شدہ تو نہیں ہے، اس طرح کے بہت سے امور مبہم ہیں جن کو اشارتاً بھی زیر بحث نہیں لایا گیا۔ اس حوالے سے کوئی اصول و ضوابط موجود نہیں ہیں۔ انسان کے بنک اکاؤنٹ سے زکوٰۃ کی رقم منہا کر لی جاتی ہے، یہ بالکل معلوم نہیں کیا جاتا کہ وہ مال حلال طریقہ سے کمایا گیا ہے یا حرام ذریعہ سے۔ کیا شرعی طور پر حرام مال میں زکوٰۃ واجب ہوتی بھی ہے یا نہیں؟

فقہاء کرام نے قرآن و سنت کی نصوص سے استدلال کر کے حرام مال کے حوالے سے شریعت کے احکامات مفصل بیان کیے ہیں اور اس حوالے سے بھی اسلامی نقطہ نظر بیان کیا ہے کہ حرام مال میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہے یا نہیں، ذیل میں اسی بارے میں قدرے تفصیل سے بحث کی گئی ہے۔[4]

حرام مال کی تعریف اور اقسام

شیخ وہبہ زحیلی رحمہ اللہ حرام مال کی تعریف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

المال الحرام: هو كل مال حظر الشارع اقتناءه أو الانتفاع به۔[5]

ہر وہ مال جس کو جمع کرنے یا اس سے فائدہ اٹھانے سے شارع نے منع کیا ہو حرام مال کہلاتا ہے۔

حرام مال کی دو قسمیں ہیں:

1. **محرم لعینہ:** جو اپنی ذات میں ضرر، نجاست یا گندگی وغیرہ کی وجہ سے حرام ہو، جیسے شراب، خنزیر، مردار، خون وغیرہ۔
2. **محرم لغیرہ:** جو کمائی کے غلط طریقے کی وجہ سے حرام قرار دیا گیا ہو، اس کی مزید دو قسمیں ہیں:

- وہ مال جو مالک کی اجازت کے بغیر لے لیا گیا ہو، جیسا چوری، ڈاکہ یا خیانت وغیرہ کر کے حاصل کیا گیا مال۔
- وہ مال جو مالک کی اجازت سے لیا گیا ہو لیکن جس طریقے سے لیا گیا ہو اس کو شریعت نے جائز نہیں قرار دیا، جیسے سود، جوا یا کاروبار کے حرام ذرائع سے حاصل ہونے والی آمدنی۔[6]

حرام مال سے متعلق شریعت کے احکامات

حرام مال سے متعلق شریعت کے احکامات دو طرح کے ہیں:

1. اخروی احکام
2. دنیاوی احکام

اخروی احکام

بلاشبہ اگر کوئی شخص کسی کا مال ناحق طریقے سے لیتا ہے تو وہ کبیرہ گناہ کا مرتکب ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِنْكُمْ وَلَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا[7]

اے ایمان والو! آپس میں اپنے مال باطل طریقے سے نہ کھاؤ، سوائے اس کے تمہاری آپس کی رضامندی سے کوئی تجارت کی صورت ہو اور خود کو قتل نہ کرو، بلاشبہ اللہ تعالیٰ تم پر ہمیشہ سے بہت زیادہ مہربان ہے۔

ایک اور مقام پر فرمایا:

وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوا بِهَا إِلَى الْحُكَّامِ لِتَأْكُلُوا فَرِيقًا مِنْ أَمْوَالِ النَّاسِ بِالْإِثْمِ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ[8]

اور اپنے مالوں کو آپس میں باطل اور حرام طریقے سے نہ کھاؤ اور نہ انہیں حکمرانوں کے پاس لے کر جاؤ، تاکہ لوگوں کے مالوں میں سے ایک حصہ گناہ کے ساتھ کھا جاؤ، حالانکہ تم جانتے ہو۔

مزید ارشاد ہے کہ:

وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَغُلَّ وَمَنْ يَغْلُلْ يَأْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثُمَّ تُوَفَّى كُلُّ نَفْسٍ مَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ[9]

اور کسی نبی کے لیے یہ ممکن نہیں کہ وہ خیانت کرے اور جو بھی خیانت کرے گا وہ اپنی خیانت کو قیامت کے دن لے کر آئے گا، پھر ہر شخص کو پورا دیا جائے گا جو اس نے کمایا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے لوگوں کو قربانی کے دن خطبہ دیا تو فرمایا:

فَإِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ وَأَعْرَاضَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا فِي بَلَدِكُمْ هَذَا فِي شَهْرِكُمْ هَذَا[10]

بلاشبہ تمہارے خون، تمہارے مال اور تمہاری عزتیں تم پر ایسے حرام اور ناجائز ہیں جیسے اس شہر میں اس مہینے کے دوران میں یہ دن حرمت والا ہے۔

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا:

مَنْ ظَلَمَ مِنْ الْأَرْضِ شَيْئًا طُوِّقَهُ مِنْ سَبْعِ أَرَضِينَ[11]

جو شخص ظلم کرتے ہوئے کسی کی زمین کے کچھ حصے کو چھین لے گا، قیامت کے دن سات زمینوں کا طوق بنا کر اس کے گلے میں ڈالا جائے گا۔

دنیاوی احکام

ناحق طریقے سے مال لینے والے کے بارے میں دنیاوی احکام دو ہیں:

- وہ حکم جو اللہ تعالیٰ کے حق کی وجہ سے ہے۔
- وہ حکم جو بندے کے حق کی وجہ سے ہے۔

اللہ تعالیٰ کے حق کی وجہ سے جو حکم واجب ہے وہ دنیاوی سزا ہے، کبھی یہ سزا حد ہوتی ہے جیسے چوری اور ڈاکے کی سزا، کبھی تعزیری سزا میں کوڑے یا قید کر دیا جاتا ہے۔ یہ سزا اس انسان کو دی جائے گی جس نے جان بوجھ کر کسی کا مال ناحق طریقے سے لیا ہو اور یہ کسی صورت معاف نہیں ہو گی، چاہے مظلوم ظالم کو معاف ہی کیوں نہ کر دے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا حق ہے جو انسانوں کی اصلاح اور فساد کے خاتمے کے لیے لازمی قرار دیا گیا ہے۔

وہ حکم جو بندے کے حق کی وجہ سے واجب ہے وہ مظلوم کے حالات مختلف ہونے کی وجہ سے مختلف ہوتا ہے۔ اگر اصل مالک کا علم ہو تو اس کی ممکنہ صورتیں ذیل میں بیان کی جاتی ہیں۔

پہلی صورت

اگر حرام مال بعینہٖ موجود ہو، اس میں کسی قسم کی تبدیلی نہ ہوئی ہو اور مالک کا علم بھی ہو تو یہ مال مالک کے حوالے کرنا واجب ہے، کیونکہ یہ اسی کا مال ہے اس کی ملکیت اس مال سے ختم نہیں ہوئی، اس بارے میں علماء کرام کا اتفاق رائے ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ كَانَتْ لَهُ مَظْلَمَةٌ لِأَخِيهِ مِنْ عِرْضِهِ أَوْ شَيْءٍ فَلْيَتَحَلَّلْهُ مِنْهُ الْيَوْمَ قَبْلَ أَنْ لَا يَكُونَ دِينَارٌ وَلَا دِرْهَمٌ إِنْ كَانَ لَهُ عَمَلٌ صَالِحٌ أُخِذَ مِنْهُ بِقَدْرِ مَظْلَمَتِهِ وَإِنْ لَمْ تَكُنْ لَهُ حَسَنَاتٌ أُخِذَ مِنْ سَيِّئَاتِ صَاحِبِهِ فَحُمِلَ عَلَيْهِ[12]

جس شخص نے اپنے بھائی کی عزت یا کسی اور چیز پر ظلم کیا ہو وہ اس سے آج ہی معافی مانگ لے، اس سے پہلے کہ وہ دن آجائے جس میں درہم و دینار نہ ہوں گے، اگر ظلم کرنے والے کا کوئی نیک عمل ہو گا تو اس سے اس کے ظلم کے بقدر لے لیا جائے گا۔ اگر اس کے نیک اعمال نہ ہوئے تو مظلوم کے گناہ ظالم کے کھاتے ڈال دیے جائیں گے۔

دوسری صورت

اگر حرام مال مکمل طور پر تباہ ہو چکا ہے اور اس کا کوئی اثر بھی باقی نہ رہے تو ظالم پر لازم ہے کہ وہ اس کا مثل یا اس کی قیمت مالک کو ادا کرے۔ یہ صورت بھی علماء کے مابین متفقہ ہے۔

تیسری صورت

اگر حرام مال میں تبدیلی واقع ہو چکی ہے، اس کا نام بدل چکا ہے یا اس کے اوصاف تبدیل ہو گئے ہیں یا اس کی منفعت بدل گئی ہے، تو اس حالت میں بھی صحیح قول کے مطابق وہ چیز مالک کی ملکیت میں ہی رہتی ہے۔ اگر تبدیلی کے بعد اس کی قیمت کم ہو گئی ہے تو غاصب عین المال کو مالک کے حوالے کرنے کے ساتھ نقص بھی پورا کرے گا اور اگر قیمت بڑھ گئی ہے تو غاصب کو کچھ نہیں ملے گا الّا یہ کہ وہ اضافہ کسی مادی چیز کی وجہ سے ہوا ہو تو غاصب کو اس کی قیمت ادا کی جائے گی اگر اس چیز کو الگ کرنا ممکن ہو۔[13] یہ رائے شریعت کے مقاصد کے عین مطابق ہے کیونکہ عدل کا فروغ اور ظلم کی روک تھام شریعت کے بنیادی ترین مقاصد میں سے ہے، کیونکہ اگر ناحق طریقے سے لی گئی چیز میں تبدیلی واقع ہونے پر اسے ظالم کے حوالے کر دیا گیا تو یہ باطل طریقے سے لوگوں کے مال کھانے کا سبب بنے گا جبکہ شریعت نے لوگوں کے مالوں کو خوشی اور رضامندی سے لینے کا حکم دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِنْكُمْ وَلَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا[14]

اے ایمان والو! آپس میں اپنے مال باطل طریقے سے نہ کھاؤ، سوائے اس کے کہ تمہاری آپس کی رضامندی سے کوئی تجارت کی صورت ہو اور خود کو قتل نہ کرو، بلاشبہ اللہ تعالیٰ تم پر ہمیشہ سے بہت زیادہ مہربان ہے۔

اگر مالک کا علم نہ ہو اور کسی بھی طریقے سے اس کا پتہ لگانا ممکن نہ ہو، اس کے وارثوں کے بارے میں بھی کوئی معلومات نہ ہوں، نہ ہی اس کے قرض کے بارے میں معلومات ہوں جو ان پیسوں سے ادا کیا جاسکے اور نہ ہی کوئی ایسی خاص مصلحت ہو جس میں وہ مال خرچ کیا جاسکے تو اس صورت میں تمام مذاہب فقہیہ متفق ہیں کہ ایسے مال کو فقراء و مساکین یا مسلمانوں کی عمومی مصلحتوں میں خرچ کرنا ضروری ہے، جیسے مسجدیں بنانا، ہسپتال بنانا، مدارس بنانا اور جہاد وغیرہ۔

عاصم بن کلیب اپنے والد کلیب سے سے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ ایک انصاری صحابی نے فرمایا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک جنازے میں شریک ہوئے۔ میں نے ملاحظہ کیا کہ رسول اللہ ﷺ قبر کی کھدائی کرنے والے کو ہدایات دے رہے تھے: "پائینتی کی طرف سے کھلی کرو، سر کی طرف سے کھلی کرو۔" جب آپ ﷺ واپس لوٹے تو ایک عورت کی طرف آپ ﷺ کو دعوت کا پیغام ملا۔ آپ ﷺ اس کے ہاں تشریف لے گئے، کھانا پیش کیا گیا تو آپ ﷺ نے اسے تناول فرمایا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی کھانا شروع کیا۔ ہمارے بڑوں نے دیکھا کہ آپ ﷺ ایک ہی لقمہ اپنے منہ میں گھمائے جا رہے ہیں "مگر نگلتے نہیں" آپ ﷺ نے فرمایا: "مجھے ایسے محسوس ہو رہا ہے کہ یہ گوشت ایسی بکری کا ہے جسے اس کے مالک کی اجازت کے بغیر ذبح کر دیا گیا ہے۔" پھر دعوت کرنے والی عورت سے پوچھا گیا تو اس نے تفصیل بتائی کہ اے اللہ کے رسول! میں نے بقیع کی طرف ایک شخص کو بھیجا کہ وہ میرے لیے کوئی بکری خرید لائے مگر اسے نہیں ملی۔ پھر میں نے اپنے ہمسائے کی طرف بھیجا جس کے پاس بکری تھی، میں نے کہلوایا کہ اسی قیمت پر بکری مجھے دیدے مگر وہ بھی نہیں ملا۔ تب میں نے اس شخص کی بیوی کو پیغام بھیجا تو اس نے مجھے وہ بکری بھیج دی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "یہ کھانا قیدیوں کو کھلا دے۔"[15]

عقلی طور پر بھی یہ بات درست معلوم ہوتی ہے کہ اس مال کو رفاہی کاموں میں خرچ کر دیا جائے، کیونکہ اس مال کو ٹھکانے لگانے کی دو ہی صورتیں ہیں:

- ایک صورت یہ ہے کہ اسے ضائع کر دیا جائے۔
- دوسری صورت یہ ہے کہ اسے خیر کے کاموں میں خرچ کر دیا جائے۔

اس لیے اس مال کو خیر کے کاموں میں خرچ کرنا ضائع کرنے سے بہر حال بہتر ہے۔[16] رسول اللہ ﷺ کی حدیث مبارکہ بھی اس بات پر دلالت کرتی ہے، آپ ﷺ نے گمشدہ چیز کے بارے میں فرمایا:

مَن وجدَ لقطةً فليُشهِد ذا عَدلٍ أو ذوَي عَدلٍ ولا يَكتُمْ ولا يغيِّب فإن وجدَ صاحبَها فليردَّها علَيهِ وإلَّا فَهوَ مالُ اللَّهِ عزَّ وجلَّ يؤتيهِ مَن يشاءُ۔[17]

جس شخص کو کوئی گمشدہ چیز ملے اسے چاہیے کہ ایک یا دو عادل گواہ بنا لے اور چھپا کر نہ رکھے اور نہ ہی غائب کرے، پھر اگر اسے مالک مل جائے تو اسے واپس کر دے، ورنہ وہ اللہ کا مال ہے جسے چاہتا ہے عطاء فرماتا ہے۔

اسی طرح تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ اگر کوئی شخص فوت ہو جائے اور اس کے کسی وارث کا علم نہ ہو سکے، تو اس کا مال مسلمانوں کی مصلحتوں میں خرچ کر دیا جائے گا، حالانکہ عام طور پر لوگوں کا کوئی نہ کوئی دور کا رشتے دار موجود ہوتا ہے لیکن چونکہ اس کے بارے میں علم نہیں ہے اور پتہ لگنے کی امید بھی نہیں ہے تو اسے معدوم کی طرح سمجھ لیا گیا۔[18]

اگر انسان کا بعض مال حرام اور بعض حلال ہو، تو اس سے چھٹکارا حاصل کرنے کی ممکنہ تین صورتیں ہو سکتی ہیں جو ذیل میں بیان کی جاتی ہیں۔

پہلی صورت

انسان کو اپنے جمع شدہ مال میں سے یقینی طور پر معلوم ہو کہ یہ مال حرام کا ہے اور اس نے فلاں حرام ذریعہ سے حاصل کیا ہے، تو اس پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے، بلکہ اگر وہ مال کے اصل مالک یا اس کے وارثوں کو جانتا ہو تو انہیں یہ مال واپس کرنا ضروری ہے۔ اگر اسے اصل مالک کی معرفت نہ ہو تو اس مال کو رفاہی کاموں میں خرچ کر کے چھٹکارا حاصل کرنا واجب ہے۔ اگر وہ اس مال کو اپنے پاس رکھ

لیتا ہے تو گناہ گار ہو گا۔ ہاں! اگر اصل مالک نے وہ مال حرام کام کے عوض حاصل کیا تھا تو وہ اسے واپس نہیں کیا جائے گا، جیسے زانیہ کی اُجرت اور شراب کی قیمت، یہ خریدار اور زانی کو واپس نہیں کی جائے گی بلکہ رفاہی کاموں میں خرچ کر دی جائے گی۔

دوسری صورت

اگر انسان کو اپنے مال کے بارے میں یقینی طور پر معلوم نہ ہو کہ کون سا مال حرام کا ہے اور کون سا حلال کا، لیکن اسے یہ معلوم ہو کہ اس نے کس پر ظلم کر کے اس سے ناحق مال لیا ہے، اس صورت میں ضروری ہے کہ جس سے یہ رقم لی ہے اسے یا اس کے ورثوں کو واپس کر دے اور اتنی رقم واپس کرے جس کے ادا کرنے سے اسے غالب گمان ہو جائے کہ اس کا ذمہ بری ہو گیا ہے اور ان کا حق مکمل طور پر ادا ہو چکا ہے۔

تیسری صورت

انسان کو اپنے مال میں حرام مال کی مقدار کا بھی علم نہ ہو اور یہ بھی معلوم نہ ہو کہ اس نے کس سے رشوت یا چوری وغیرہ کی صورت میں حرام مال لیا ہے، تو اس پر واجب ہے کہ وہ اپنے مال سے اتنا مال مسلمانوں کے عام مفادات کے لیے خرچ کرے جس سے اس کی توبہ ممکن ہو سکے اور وہ رب کے ہاں عذر پیش کر سکے اور اللہ تعالیٰ سے معافی کی امید بھی رکھے۔

مذکورہ بالا تینوں صورتوں میں اگر انسان اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کر دے، حالانکہ اسے علم بھی ہے کہ اس میں حرام مال بھی ہے تو یہ کافی نہیں ہو گا، بلکہ اصل مالک کا حق باقی رہے گا۔ ایسے مال کی زکوٰۃ ادا کر دینے سے پاکیزگی اور تطہیر نہیں ہوتی۔

زکوٰۃ کے واجب ہونے کا سبب

کسی بھی مال میں زکوٰۃ کے واجب ہونے کے لیے اس کا ملکیت میں ہونا شرط ہے۔ اسی مال میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہے جو انسان کی ملکیت میں ہو۔ جو مال تمام لوگوں کی ملکیت ہے جیسے بیت المال اور غیر معین فقراء و مساکین کے لیے وقف شدہ اراضی وغیرہ، میں زکوٰۃ نہیں ہوتی۔ نصوصِ شریعت میں زکوٰۃ کا حکم مالک افراد کو دیا گیا ہے۔ ذیل میں اس ضمن میں چند ایک شرعی نصوص ذکر کی جاتی ہیں: ارشاد باری تعالیٰ ہے:

خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا[19]

تو ان کے مالوں سے صدقہ (زکوٰۃ) وصول کر، اس کے ساتھ تو انہیں پاک اور صاف کرے گا۔

اور فرمایا:

وَالَّذِينَ فِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَعْلُومٌ لِلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ[20]

اور وہ لوگ جن کے مالوں میں سوال کرنے والے اور محروم شخص کے لیے طے شدہ حق ہے۔

آپ ﷺ نے سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف روانہ کیا تو انہیں زکوٰۃ اکٹھی کرنے کی ذمے داری سونپتے ہوئے فرمایا:

فَأَعْلِمْهُمْ أَنَّ اللَّهَ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً فِي أَمْوَالِهِمْ تُؤْخَذُ مِنْ أَغْنِيَائِهِمْ وَتُرَدُّ عَلَى فُقَرَائِهِمْ[21]

انہیں (یمن کے باسیوں کو) بتانا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ذمے ان کے مالوں میں صدقہ فرض قرار دیا ہے جو مالداروں سے وصول کر کے ان کے فقیروں اور محتاجوں میں تقسیم کیا جائے گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ آتَاهُ اللَّهُ مَالًا، فَلَمْ يُؤَدِّ زَكَاتَهُ مُثِّلَ لَهُ مَالُهُ يَوْمَ القِيَامَةِ شُجَاعًا أَقْرَعَ لَهُ زَبِيبَتَانِ يُطَوَّقُهُ يَوْمَ

الْقِيَامَةِ، ثُمَّ يَأْخُذُ بِلِهْزِمَتَيْهِ - يَعْنِي بِشِدْقَيْهِ - ثُمَّ يَقُولُ أَنَا مَالُكَ أَنَا كَنْزُكَ، ثُمَّ تَلاَ: (لَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْخَلُونَ) الآيَةَ[22]-[23]

اللہ تعالیٰ نے جس شخص کو مال دیا ہو اور وہ اس کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتا تو اس کا یہ مال قیامت کے دن ایک گنجے سانپ کی شکل میں لایا جائے گا جس کے دونوں جبڑوں سے زہریلی جھاگ بہہ رہی ہوگی اور وہ مال طوق بنا کر اس کی گردن میں ڈال دیا جائے گا اور اس کی دونوں باچھیں پکڑ کر کہے گا: میں تیرا مال ہوں، میں تیرا خزانہ ہوں۔ اس بارے میں رسول اللہ ﷺ نے مندرجہ ذیل آیت تلاوت فرمائی: (اور وہ لوگ جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے عطاء کیا ہے اور وہ بخیلی کرتے ہیں وہ یہ نہ سمجھیں کہ یہ بخل ان کے لیے اچھا ہے، بلکہ یہ ان کے حق میں انتہائی برا ہے، جو کچھ وہ اپنی بخیلی سے اکٹھا کر رہے ہیں وہی قیامت کے دن ان کے گلے کا طوق بن جائے گا۔)

مذکورہ بالا تمام نصوص میں مالک افراد کو مخاطب کر کے زکوٰۃ کی ادائیگی کا حکم دیا گیا ہے، جس سے یہ بات بالکل عیاں ہے کہ زکوٰۃ کے وجوب کا سبب ملکیت ہے۔ ویسے بھی زکوٰۃ کے واجب ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس مال کو فقراء و مساکین کے حوالے کیا جائے اور وہ اس مال کے مالک بن جائیں، اگر انسان خود ہی مالک نہ ہو تو وہ کسی دوسرے کو کیسے مالک بنا سکتا ہے؟

اگر مال شراب، گانے بجانے یا منشیات کی خرید و فروخت سے حاصل کیا گیا ہو تو یہ محرم لعینہٖ ہے، اسے مختلف نیکی کے کاموں میں خرچ کرنا ضروری ہے۔ اس میں زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی اور نہ ہی اس مال کی ادا کی ہوئی زکوٰۃ درست ہے، کیونکہ یہ مال انسان کی ملکیت میں نہیں آسکتا اور زکوٰۃ کے واجب ہونے کے لیے ملکیت کا ہونا شرط ہے۔ حرام مال سارا ہی خبیث ہے وہ پاک نہیں ہوتا اور اللہ تعالیٰ پاک ہے وہ پاک مال ہی قبول کرتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ اللَّهَ طَيِّبٌ لا يَقْبَلُ إِلا طَيِّبًا وَإِنَّ اللَّهَ أَمَرَ الْمُؤْمِنِينَ بِمَا أَمَرَ بِهِ الْمُرْسَلِينَ فَقَالَ : (يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنْ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا إِنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ) وَقَالَ : (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ) ثُمَّ ذَكَرَ الرَّجُلَ يُطِيلُ السَّفَرَ أَشْعَثَ أَغْبَرَ يَمُدُّ يَدَيْهِ إِلَى السَّمَاءِ يَا رَبِّ يَا رَبِّ وَمَطْعَمُهُ حَرَامٌ وَمَشْرَبُهُ حَرَامٌ وَمَلْبَسُهُ حَرَامٌ وَغُذِيَ بِالْحَرَامِ فَأَنَّى يُسْتَجَابُ لِذَلِكَ[24]

اے لوگو! اللہ تعالیٰ پاک ہے اور صرف پاک مال ہی قبول کرتا ہے۔ اللہ نے ایمان والوں کو بھی اسی بات کا حکم دیا جس کا اپنے رسولوں کو حکم دیا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اے رسولو! پاک چیزیں کھاؤ اور نیک اعمال کرو، بلاشبہ میں تمہارے اعمال کو بخوبی جانتا ہوں۔" اور فرمایا: "اے ایمان والو! جو ہم نے تمہیں پاک رزق عطاء کیا ہے اس میں سے کھاؤ۔ پھر آپ ﷺ نے ایک شخص کا تذکرہ کیا: "جو لمبا سفر کرتا ہے، بال پراگندہ اور جسم غبار آلود ہے۔ اپنے دونوں ہاتھ (دعاء کے لیے) آسمان کی طرف پھیلاتا ہے اے میرے رب اے میرے رب! حالانکہ اس کا کھانا بھی حرام کا ہے اور پینا بھی حرام کا ہے، اس کا لباس بھی حرام کا ہے اور اس کو غذا بھی حرام کی ملی ہے، ایسے شخص کی دعاء کہاں قبول ہوگی۔

حاشیہ ابن عابدین میں ہے:

لو كان الخبيث نصابا لا يلزمه الزكاة لأن الكل واجب التصدق عليه فلا يفيد إيجاب التصدق ببعضه[25]

اگر حرام مال نصاب کو پہنچتا ہو تو اس سے زکوٰۃ نکالنا لازمی نہیں ہے کیونکہ سارے مال کو ہی صدقہ کرنا ضروری ہے،

اس لیے بعض مال کے صدقہ کرنے کو واجب ٹھہرانے کا کوئی فائدہ نہیں۔

اگر مال محرم لغیرہ ہے اور مالک کی اجازت سے لیا گیا، لیکن جس طریقے سے لیا گیا ہے، اس کو شریعت نے حرام قرار دیا، جیسے سود، جوا یا کاروبار کے حرام ذرائع سے حاصل ہونے والی آمدنی، تو اس حوالے سے فقہاء کے ہاں تفصیل یہ ہے کہ اگر اسے ان ذرائع کے حرام ہونے کا علم نہیں تھا یا کسی معتبر عالم دین کے فتویٰ کی وجہ سے وہ اس کاروبار کو حلال سمجھتا تھا تو وہ قصوروار نہیں ہے بشرطیکہ حرمت کا پتہ لگ جانے کے بعد اس حرام ذریعہ آمدن کو ترک کر دے۔[26] ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَمَنْ جَاءَهُ مَوْعِظَةٌ مِنْ رَبِّهِ فَانتَهَى فَلَهُ مَا سَلَفَ[27]

جس شخص کے پاس اس کے رب کی طرف سے نصیحت آگئی اور وہ باز آگیا تو جو پہلے ہو چکا وہ اسی کا ہے۔

اگر انسان کو ذریعہ آمدن کی حرمت کا علم تھا اور اس نے مال مالک کی رضامندی اور اجازت سے لیا ہے تو اس صورت میں وہ مال مالک کے حوالے نہیں کیا جائے گا بلکہ ایسے مال سے چھٹکارا حاصل کرنا ضروری ہے۔ اسے فقراء و مساکین میں تقسیم کر دیا جائے یا اگر کوئی مقروض شخص اپنا قرض ادا نہیں کر سکتا اس کی معاونت بھی اس مال سے کی جا سکتی ہے، سڑکیں، ہسپتال وغیرہ بھی بنائے جا سکتے ہیں، یتیموں اور بیواؤں پر بھی ایسا مال خرچ کیا جا سکتا ہے۔ امام عبد اللہ موصلی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَالْمِلْكُ الْخَبِيثُ سَبِيلُهُ التَّصَدُّقُ بِهِ[28]

حرام مال سے چھٹکارا حاصل کرنے کا طریقہ اسے صدقہ کرنا ہے۔

امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَإِنْ كَانَ الْمَقْبُوضُ بِرِضَى الدَّافِعِ وَقَدِ اسْتَوْفَى عِوَضَهُ الْمُحَرَّمَ، كَمَنْ عَاوَضَ عَلَى خَمْرٍ أَوْ خِنْزِيرٍ، أَوْ عَلَى زِنًى أَوْ فَاحِشَةٍ، فَهَذَا لَا يَجِبُ رَدُّ الْعِوَضِ عَلَى الدَّافِعِ؛ لِأَنَّهُ أَخْرَجَهُ بِاخْتِيَارِهِ، وَاسْتَوْفَى عِوَضَهُ الْمُحَرَّمَ، فَلَا يَجُوزُ أَنْ يُجْمَعَ لَهُ بَيْنَ الْعِوَضِ وَالْمُعَوَّضِ، فَإِنَّ فِي ذَلِكَ إِعَانَةً لَهُ عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ، وَتَيْسِيرِ أَصْحَابِ الْمَعَاصِي عَلَيْهِ. وَمَاذَا يُرِيدُ الزَّانِي وَفَاعِلُ الْفَاحِشَةِ إِذَا عَلِمَ أَنَّهُ يَنَالُ غَرَضَهُ وَيَسْتَرِدُّ مَالَهُ، فَهَذَا مِمَّا تُصَانُ الشَّرِيعَةُ عَنِ الْإِتْيَانِ بِهِ، وَلَا يَسُوغُ الْقَوْلُ بِهِ[29]

اگر مال مالک کی رضامندی سے لیا گیا ہے اور اس نے اس کے بدلے حرام عوض وصول کر لیا ہے، جیسے جو شخص شراب، خنزیر، زنا یا بے حیائی کا عوض ادا کرے تو اس عوض کو مالک کے حوالے کرنا واجب نہیں ہے کیونکہ اس نے وہ عوض اپنی مرضی سے دیا ہے اور اس کے بدلے حرام معاوضہ بھی وصول کر لیا ہے، (عوض واپس کر کے) عوض اور معوض کو جمع نہیں کیا جائے گا کیونکہ ایسا کرنے سے آپ اسے گناہ اور زیادتی کے کام میں معاونت فراہم کریں گے اور گناہ گار افراد کے لیے گناہ کو آسان کر دیں گے۔ بدکار اور بے حیائی کے مرتکب آدمی کو اور کیا چاہیے کہ جب اسے پتہ چلے کہ اس کا مقصد بھی پورا ہو جائے اور اسے عوض بھی واپس مل جائے گا، شریعت میں اس طرح کا حکم نہیں دیا جاتا اور نہ ہی یہ رائے درست ہے۔

اگر مال محرم لغیرہ ہے اور مالک کی اجازت کے بغیر لے لیا گیا ہے، جیسا چوری، ڈاکہ یا خیانت وغیرہ کر کے حاصل کیا گیا مال، تو اس کو سابقہ صفحات میں بیان کی گئی تفصیل کے مطابق مالک کے حوالے کرنا واجب ہے یہ اسی کا مال ہے، اس کی ملکیت اس مال سے ختم نہیں ہوئی۔ اگر غاصب اسے اپنے قبضے میں رکھتا ہے تو گناہ گار اور مجرم ہے، لیکن اگر اس مال کے پڑے ہوئے سال گزر جائے اور وہ نصاب کو بھی پہنچتا ہو تو اس میں زکوٰۃ واجب ہو گی یا نہیں، اس بارے میں فقہاء کرام کے مابین کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جب تک مال حقیقی مالک

تک نہ پہنچ جائے اس پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔ حنفی اور حنبلی فقہاء کرام کی ایک رائے میں ایسے مال میں زکوٰۃ واجب ہی نہیں ہوتی، جبکہ شافعی اور حنبلی فقہاء کرام کی دوسری رائے یہ ہے کہ جب مال اس کے حوالے ہو گا وہ گزشتہ تمام سالوں کی زکوٰۃ ادا کرے گا۔ مالکی فقہاء کرام کی رائے یہ ہے اگر غصب شدہ مال کئی سالوں بعد مالک کو واپس ملتا ہے تو وہ صرف ایک سال کی زکوٰۃ ادا کرے گا۔ ذیل میں فقہاء کرام کی آراء پیش کی جاتی ہیں:

موسوعہ فقہیہ کویتیہ میں ہے:

ڈاکے، چوری، رشوت یا سود وغیرہ سے حاصل کیا گیا حرام مال انسان کی ملکیت میں نہیں آتا، اس لیے اس پر زکوٰۃ بھی واجب نہیں ہے، کیونکہ زکوٰۃ میں انسان مستحق افراد کو زکوٰۃ کے مال کا مالک بناتا ہے جب انسان خود مالک نہ ہو تو وہ کسی کو مالک کیسے بنائے گا۔ زکوٰۃ سے خود انسان اور اس کا مال پاک ہو جاتا ہے اور حرام مال سارا خبیث اور نجس ہے وہ پاک نہیں ہوتا۔[30] ارشاد باری تعالیٰ ہے:

خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا[31]

تو ان کے مالوں سے صدقہ (زکوٰۃ) وصول کر، اس کے ساتھ تو انہیں پاک اور صاف کرے گا۔

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

لا تُقْبَلُ صَلَاةٌ بِغَيْرِ طُهُورٍ وَلَا صَدَقَةٌ مِنْ غُلُولٍ[32]

نماز طہارت کے بغیر قبول نہیں ہوتی اور صدقہ حرام طریقے سے حاصل کیے گئے مال سے قبول نہیں ہوتا۔

حرام ذریعے سے حاصل ہونے والے مال کو اس کے اصل مالک کو لوٹانا واجب ہے، اگر اس کی معرفت ممکن ہو، ورنہ اس سارے مال کو اپنے تصرف سے نکالنا واجب ہے، لیکن صدقے کی نیت سے نہیں اور یہ بات تمام مذاہب فقہیہ کے مابین متفقہ ہے۔[33] مجمع الانہر میں ہے:

وَلَا فِي مَالِ ضِمَارٍ...(وَهُوَ الْمَفْقُودُ) أَيْ كَعَبْدٍ مَفْقُودٍ وَآبِقٍ وَضَالٍّ وَجَدَهُ بَعْدَ مُضِيِّ الْحَوْلِ (وَالسَّاقِطُ فِي الْبَحْرِ) ثُمَّ اسْتَخْرَجَهُ بَعْدَ مُضِيِّ الْحَوْلِ (وَالْمَغْصُوبُ) الَّذِي (لَا بَيِّنَةَ عَلَيْهِ) أَيْ عَلَى مَنْ غَصَبَه[34]

(ایسے مال میں زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی) جس کے ملنے کی امید نہ ہو، جیسے گمشدہ یا بھاگا ہوا غلام، گمشدہ چیز جو سال گزرنے کے بعد واپس مل جائے، سمندر میں گری ہوئی چیز جسے مالک سال گزرنے کے بعد نکال لے، غصب شدہ مال جس کے غصب کرنے والے کے خلاف کوئی دلیل موجود نہ ہو۔

قاضی عبد الوہاب بغدادی مالکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إذا كان له مال فضاع أو غصب ثم عاد إليه بعد سنين زكاه لسنة واحدة[35]

اگر انسان کا مال ضائع ہو جائے یا غصب کر لیا گیا ہو، پھر کئی سالوں بعد اسے وہ واپس مل جائے تو وہ ایک سال کی زکوٰۃ ادا کرے گا۔

امام ابو الحسین العمرانی شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إذا غصب له مال أو ضاع أو أودعه، فجحده المودع، أو وقع في بحر لا يمكنه إخراجه، أو دفنه في موضع، ونسي موضعه حتى حال عليه حول، أو أحوال.. لم يجب عليه إخراج الزكاة عنه قبل أن يرجع إليه؛ لأنه لا يلزمه زكاة مال لا يقدر عليه[36]

جب انسان کا مال غصب یا ضائع ہو جائے یا اس نے کسی کے پاس امانت رکھوایا تھا وہ مکر جائے یا سمندر میں گر جائے جہاں سے نکالنا ممکن نہ ہو یا اس نے خود کسی جگہ دفن کر دیا ہو بعد میں جگہ بھول گیا ہو، ان تمام صورتوں میں اگر سال گزر ے جائے یا کئی سال بھی گزر جائیں (اور وہ مال انسان کے قبضہ میں نہ آئے) تو واپس ملنے سے پہلے اس مال کی زکوٰۃ نکالنا واجب نہیں ہے کیونکہ انسان پر اس مال کی زکوٰۃ نکالنا ضروری نہیں ہے جو اس کے قبضہ میں نہ ہو۔

امام ابن قدامہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وفي المغصوب والضالّ. والدين على من لا يمكن استيفاؤه منه لإعسار أو جحد أو مطل روايتان[37]

غصب شدہ مال اور گمشدہ چیز میں (زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی) اور وہ قرض جس کی وصولی مقروض کی تنگدستی، مکر جانے یا ٹال مٹول کی وجہ سے ممکن نہ ہو (اس میں زکوٰۃ واجب ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں) دو رائے ہیں۔

ابن قدامہ ہی کی دوسری کتاب مغنی میں ہے:

وَإِذَا غُصِبَ مَالًا، زَكَّاهُ إذَا قَبَضَهُ لِمَا مَضَى، فِي إحْدَى الرِّوَايَتَيْنِ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ[38]

اگر انسان کا مال غصب کر لیا جائے تو جب وہ اس کے قبضہ میں آئے گا وہ سابقہ تمام سالوں کی زکوٰۃ ادا کرے گا، یہ امام ابو عبداللہ (احمد بن حنبل) کا ایک قول ہے۔

حاصل بحث

خلاصہ بحث یہ ہے کہ جب ہم زکوٰۃ و عشر آرڈیننس کا جائزہ لیتے ہیں تو درج ذیل بنیادی نکات سامنے آتے ہیں:

- زیادہ توجہ نظام زکوٰۃ کے انتظامی ڈھانچے کی طرف دی گئی ہے جس میں زکوٰۃ وصولی کی ذمے داری مقامی کمیٹیوں پر عائد کی گئی ہے۔
- زکوٰۃ صرف نقدی، بنک میں جمع کی گئی رقم اور اجناس کی وصول کی جاتی ہے۔
- زکوٰۃ کی وصولی میں نہایت نرم پالیسی اختیار کی گئی ہے۔
- پاکستان میں زکوٰۃ و عشر کے نظام کو بہتر کرنے کی ضرورت ہے، چند ایک تجاویز اسی ضمن میں پیش کی جاتی ہیں:

- زکوٰۃ ان تمام مالوں سے وصول کی جائے جن پر شریعت نے زکوٰۃ واجب قرار دی ہے اور اس کی وصولی اور تقسیم کے طریقہ کار کے بارے اصول و ضوابط وضع کیے جائیں۔
- حرام مال میں زکوٰۃ کی کٹوتی کے بارے میں قرآن و سنت کی نصوص کی روشنی میں قانون سازی کی جائے۔
- زکوٰۃ کی کٹوتی سے پہلے صاحب نصاب کے مال کا جائزہ لیا جائے کہ وہ حلال ہے یا حرام، اس حوالے سے باقاعدہ کمیٹی تشکیل دی جائے جو ہر علاقے میں یہ ذمے داری بخوبی انجام دے۔
- اگر مال حرام ذرائع سے جمع کیا گیا ہو تو متعلقہ اداروں کو اس کی رپورٹ کی جائے تاکہ وہ شریعت کے احکامات کی روشنی میں اس مال کے بارے میں ایکشن لیں۔

حوالہ جات و حواشی

1 سورۃ الانبیاء21:73۔

2 سورۃ التوبۃ9:103۔

3 https://dailypakistan.com.pk/27-Aug-2021/1333045, Retrived on 24 February, 2025.

4 https://magazine.mohaddis.com/home/magazinedetail/240, https://dailypakistan.com.pk/27-Aug-2021/1333045, https://zakat.punjab.gov.pk/system/files/zakatcollectonrefund1981.pdf, Retrived on 20 March, 2025.

5 الزحیلی، محمد وہبۃ بن مصطفیٰ، **الفقه الاسلامی وادلته**،(دمشق: دارالفکر، 2008ء)، 10/7945۔

6 ابن تیمیہ، تقی الدین ابو العباس، **مجموع الفتاوی**،(سعودی عرب: مجمع الملک فہد، 1995ء)، 28/593؛ الزحیلی، **الفقه الإسلامي وأدلته**، 10/7945-7946۔

7 سورۃ النساء4:29۔

8 سورۃ البقرۃ2:188۔

9 سورہ آل عمران3:161۔

10 البخاری، محمد بن اسماعیل، **الجامع الصحیح**،(بیروت: دار طوق النجاۃ، 2001ء)، كتاب الحج، باب الخطبة أيام منى، رقم الحدیث: 1739۔

11 ایضاً، كتاب المظالم والغصب، باب إثم من ظلم شيئا من الأرض، رقم الحدیث: 2452۔

12 ایضاً، كتاب المظالم والغصب، باب من كانت له مظلمة عند الرجل فحللها له، هل يبين مظلمته، رقم الحدیث: 2449۔

13 ابن قیم الجوزیۃ، محمد بن ابی بکر، **زاد المعاد**،(بیروت: مکتبۃ المنار، 1994ء)، 5/690-691۔

14 سورۃ النساء4:29۔

15 ابو داؤد، سلیمان بن الأشعث، **السنن**،(بیروت: المکتبۃ العصریۃ، 1999ء)، كتاب البيوع، باب في اجتناب الشبهات، رقم الحدیث: 3332۔

16 الغزالی، ابو حامد محمد بن محمد، **إحياء علوم الدين**،(بیروت: دار المعرفۃ، سن ندارد)، 2/116۔

17 ابو داؤد، سلیمان بن الأشعث، **السنن**، كتاب اللقطة، باب التعريف باللقطة، رقم الحدیث: 1709۔

18 ابن تیمیۃ، **مجموع الفتاوی**، 28/594۔

19 سورۃ التوبۃ9:103۔

20 سورۃ المعارج70:24۔25۔

21 البخاری، **الجامع الصحیح**، كتاب الزكاة، باب وجوب الزكاة، رقم الحدیث: 1395۔

22 سورہ آل عمران3:180۔

23 البخاری، **الجامع الصحیح**، كتاب الزكاة، باب إثم مانع الزكاة، رقم الحدیث: 1403۔

24 مسلم، ابن الحجاج القشیری، **صحیح مسلم**،(ریاض: دارالسلام، 2014ء)، كتاب الزكاة، باب قبول الصدقة من الكسب الطيب وتربيتها، رقم الحدیث: 1015۔

25 ابن عابدین، محمد امین شامی، **حاشية ابن عابدين**،(بیروت: دار الفکر، 1992ء)، 2/291۔

26 ابن تیمیۃ، **مجموع الفتاوی**، 29/443۔

27 سورۃ البقرۃ2:275۔

28 الموصلی، عبد اللہ بن محمود، **الاختیار لتعلیل المختار**، (قاہرۃ: مطبعۃ الحلبی،1937ء)،3/61۔

29 ابن القیم، **زاد المعاد**،5/691۔۔

30 وزاۃ الأوقاف والشئون الاسلامیۃ، **الموسوعة الفقهية الكويتية**، (کویت: دار السلاسل،2006ء)،23/248۔

31 سورۃ التوبۃ09:103۔

32 مسلم، **صحيح مسلم**، کتاب الطهارة، باب وجوب الطهارة للصلاة، رقم الحدیث:224۔

33 وزاۃ الأوقاف والشئون الاسلامیۃ، **الموسوعة الفقهية الكويتية**،23/248۔

34 شیخی زادہ، عبد الرحمن، **مجمع الأنهر**، (بیروت: دار إحیاء التراث العربي، سن ندارد)،1/194۔

35 القاضی عبد الوہاب، ابو محمد البغدادی المالکی، **الإشراف على نكت مسائل الخلاف**، (سعودی عرب: دار ابن حزم،1999ء)،1/384۔

36 ابو الحسین یحیٰ بن ابی الخیر الیمنی الشافعی، **البيان في مذهب الإمام الشافعي**، (جدہ: دار المنہاج،2000ء)،3/143-144۔

37 ابن قدامۃ، ابو محمد موفق الدین عبد اللہ، **الکافی**، (بیروت: دار الکتب العلمیۃ،1994ء)،1/380۔

38 ابن قدامۃ، ابو محمد موفق الدین عبد اللہ، **المغني**، (ریاض: دار عالم الکتب،1999ء)،3/72۔